عورت کا مقام اقبال کی نظر میں

یوں تو اقبال کا تمام کلام قوم کے ہر فرد کے لئے پیام حیات ہے ، ان کا ہر شعر ارتقاء ہستی اور انسانی شرف کی خصوصیات کا حامل ہے ۔ وہ اسے اپنی عظمت اور قوت پر اعتماد کرنے کا سبق دیتے ہیں ۔ وہ انسان کو اپنی معنوی اور صوری فضلیت کا احساس دلاتے ہیں ۔ خودی کو پہچاننے اور کمالات فطری کی قدر کرنے کی تلقین کرتے ہیں ۔ اقبال ادب برائے ادب کے قائل نہ تھے ان کا ایک نصب العین تھا جس کی طرف وہ مسلمان قومؔ کی ہدایت کرنا چاہتے تھے ۔

نغمہ کجا ومن کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

وہ فلسفی تھے ، ایک عظیم مفکر تھے ، عاشق رسول تھے ۔ ان کا قرآن سے والہانہ شغف اور رسول اللہ سے والہانہ عقیدت ان کے ہر شعر سے عیاں ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ دور حاضرہ کے رجحانات ، مغرب کا بڑھتا ہوا اقتدار ، مشرق پر اس کا بے پناہ تسلط ، مشرق و مغرب کا تہذیبی و تمدنی تضاد ، بڑھتی ہوئی اقتصادی بھوک ، مذہب سے بیزاری اور کمیونزم کا زور — یہ تمام حالات ان کا عینی مشاہدہ تھے ۔

دنیا کے ان رجحانات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھا زمان و مکان کے بت توڑنے کا اس سے زبردست حربہ اور ہو بھی کیا سکتا تھا ؟ مغرب کی مادہ پرستی ، اس کے ذہنی ہیجان، سیاسی بے چینی، باہمی جنگ و جدل کا باعث بن گئی ۔ مشرق کو وہ اس ہیجان سے دور رکھنا چاہتے تھے اور اس کا واحد علاج واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو (اے مسلمانوں سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور باہمی تفرقات مٹادو) میں ڈھونڈتے تھے ۔ اکثر جگہ وہ ایمان کو عشق اور مومن کو مرد حق کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ کہتے ہیں :

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

پس جب تمام اسلامی عقائد کی بنیاد ہی ایمان یا عشق پر قائم ہو تو کیوں نہ اسے عقل ، دل اور نگاہ کا مرشد اولیں تسلیم کریں ۔

مشرق کے انحطاط اور اقوام مشرق کے زوال کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی خودی کو محو کرچکی تھیں ۔ انسانی عقائد میں ضعف و اضمحلال واقع ہو چکا تھا ۔ ایمان ضعیف ہوچکا تھا ، اعمال قبیح تر ہوچکے تھے ۔ آسائش اور تساہل رگ رگ میں سرایت کرچکے تھے غرضیکہ ایک خواب گراں تھا کہ ہر فرد اس کی لپیٹ میں آگیا تھا ۔ بے مقصد زندگی سسک رہی تھی ۔ اقبال اس انحطاط سے باخبر تھے ۔ وہ ملت اسلامیہ کو ایک مرکز کی طرف جمع کرنا چاہتے تھے ۔

اس مقصد عظیم کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے قرآن حکیم سے استفادہ کیا۔ ان کے بیشتر اشعار آیات قرآنی کے ترجمان ہیں۔ ان کا مرد حق، قرآن کے مرد مومن کی تمام خوبیوں کا حامل ہے۔ وہ ضبط نفس، صبر و تحمل، عزم و استقلال، قوت و عظمت، ایمان و ایثار کا مجسمہ ہے۔ وہ عشق رسول اور عشق الہی سے سرشار ہے۔ وہ خود شناس ہے خدا شناس ہے، اپنی صلاحیتوں کو سمجھتا ہے اور انہیں بروئے کار لانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ فرماتے ہیں:

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاودان پیہم رواں، ہردم جواں ہے زندگی

ظاہر ہے کہ یہ تمام خوبیاں ہر فرد میں ہونا ضروری ہیں اور چونکہ عورت بھی اپنی انفرادی حیثیت رکھتی ہے وہ بھی قوم کا ایک فرد ہے لہذا اس میں ان خوبیوں کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک مرد میں۔ اقبال خود فرماتے ہیں:

مرد و زن وابستہ یک دیگراند　　کائنات شوق را صورت گراند

کائنات میں عشق و ایمان کی گرمی، عورت اور مرد کی وابستگی سے ہی قائم ہے لہذا قوم کو عروج اور کمال تب ہی حاصل ہوسکتا ہے جب کہ مرد و زن انفرادی طور پر اپنی شخصیت کی تکمیل کرلیں۔

مگر اقبال نے ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ عورت کا ایک خاص مقام مقرر کیا ہے۔ ان کے اردو کے کلام میں اس حد کا دائرہ مقرر نہیں۔ اس کا خاکہ دھندلا اور اس نقشہ کے خدو خال صاف نظر نہیں آتے۔ فرماتے ہیں:

میں بھی مظلومیٔ نسواں سے ہوں غمناک بہت
نہیں ممکن مگر اس عقدۂ مشکل کی کشود

''ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' کے عنوان سے ایک مقالہ میں مسلمان عورت کی تعلیم کے متعلق یوں رائے زنی کرتے ہیں:

'مسلمان عورت کی تعلیم کے متعلق میں چند کلمات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کھلے کھلے الفاظ میں اس امر کا اعتراف ضرور کروں گا کہ بفحوائے آیہ کریمہ ''الرجال قوامون علی النساء'' میں عورت اور مرد کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہوسکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کے تفویض جدا جدا خدمتیں کی ہیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادۂ انسانی کی صحت اور فلاح کے لئے ضروری ہے۔ مزید برآں مسلمان عورت کو جماعت اسلامی میں بدستور اسی حد کے اندر رہنا چاہئے جو اسلام نے اس کے لئے مقرر کردی ہے اور جو حد اس کے لئے مقرر کردی ہے اسی کے لحاظ سے اس کی تعلیم ہونی چاہئے۔ ہماری جماعت کا شیرازہ اس وقت تک بندھا رہ سکتا ہے جب تک مذہب اسلام اور تہذیب اسلام کو ہم پر قابو ہے۔ چونکہ عورت کے دل و دماغ کو مذہبی تخیل کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے لہذا قومی ہستی کی بقا کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ ہم عورتوں کو ٹھیٹھ مذہبی تعلیم دیں۔ جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں تو ان کو اسلامی

تاریخ، علم تدبیر ، خانہ داری اور علم اصول حفظ صحت پڑھایا جائے ۔،،

یہ تو ہیں اقبال کے واضح خیالات عورت کی تعلیم کے بارے میں ۔ جہاں تک آزادیٔ نسواں کا تعلق ہے وہ اس بارے میں اور بھی محتاط نظر آتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس آزادی کے پس منظر میں مغربی تہذیب کا بڑھتا ہوا سیلاب دیکھ رہے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ کہیں یہ سیل رواں خس و خاشاک کے ساتھ ساتھ صدف کو بھی بہاکر نہ لے جائے۔ انہیں فرنگی تہذیب کی لا مذہبیت سے نفرت ہے ، وہ ان تاثرات کو زہر ہلاہل سے کم نہیں سمجھتے ۔ اور چونکہ ان کے دل میں عورت کے لئے ایک خاص احترام اور عزت ہے اس لئے وہ اس کی ہستی کو مغرب کے مسموم تاثرات سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اپنی مثنوی میں خطاب بہ مخدرات اسلام کے عنوان سے یوں فرماتے ہیں :

اے ردایت پردۂ ناموس ما تاب تو سرمایۂ فانوس ما

(اے مسلمان خاتون تیری چادر ہمارے عزت و ناموس کی حفاظت ہے ۔ قوم کے فانوس تیری نیک سرشت اور ایمان کے نور سے فروزاں ہیں) ۔

طینت پاک تو ما را رحمت است قوت دین و اساس ملت است

(تیری شرافت ہمارے لئے رحمت ہے ۔ دین اسلام کی قوت ہے اور ملت کی بنیاد ہے) ۔

اقبال نے عورت کو ایک اعلی وارفع درجہ دیا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ عورت شرع اسلام پر گامزن ہوکر اس منصب برگزیدہ کی امین بن جائے ۔ اقبال زندگی کے ہر شعبہ میں میانہ روی کے حامی نظر آتے ہیں۔ آزادی نسواں کے بارے میں فرماتے ہیں :

بڑھجاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے ہوجاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر

ہر شے جب حد اعتدال سے گزر جاتی ہے تو وہ زوال کی صورت اختیار کرلیتی ہے ۔ یہی حال آزادیٔ نسواں کا بھی ہے ۔ اسی لئے اقبال چاہتے ہیں کہ مرد اس گوہر نایاب کی خود حفاظت کرے ۔ کہتے ہیں :

نے پردہ نہ تعلیم ، نئی ہو کہ پرانی نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

یہ ایک ایسا فلسفۂ زندگی ہے کہ اگر قوم کے افراد اس فرض کو سنبھالنے کا ذمہ لے لیں تو قوم میں بے راہ روی اور دیگر شر انگیزیاں یکسر ختم ہوجائیں۔ زندگی میں ہیجان اور پریشانیاں دور ہوجائیں ۔ حدود کے قید و بند سے آزاد مرد و زن میں زیادہ اضطراب زیادہ مایوسی پائی جاتی ہے چنانچہ عورت مرد کی حفاظت سے تو آزاد ہوگئی ہے مگر لا شعوری طور پر وہ پھر اسی دائرہ محدود میں واپس آنا چاہتی ہے اور مرد اپنے کھوئے ہوئے مقام کو پھر حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ اقبال کو اس کا اعتراف ہے کہ :

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

مگر یہ رنگینی اس کے ظاہری رنگ و رخ تک محدود نہیں۔ زندگی کا

سوز و عشق اسی کے ساز کی آواز ہے ۔ مگر :

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشت خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا در مکنون

عورت کی مشت خاک اس قدر گرانقدر کہ عروج ثریا اس کے سامنے ہیچ ۔ یہ عظیم درجہ عورت نے اس لئے پایا ہے کہ وہ دنیا میں ایک اہم کردار ادا کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے اور وہ ہے ماں کی حیثیت ۔ تخلیق کائنات میں اقبال اسی خیال کے حامی ہیں - اگر عورت اسی مقام تک کامیابی سے پہنچ جائے تو اس کی تخلیق کی غایت پوری ہوجائے ۔

راز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتہ' شوق آتشیں لذت تخلیق سے ہے اس کا وجود

ماں کا لفظ شیریں، اس کا درجہ بلند، اس کا کردار اہم، اس کی آواز پر بڑے بڑے سنگدل سرکش موم کی طرح نرم پڑجاتے ہیں ' اس کی محبت کے آگے بڑی بڑی عظیم ہستیاں سر تسلیم خم کردیتی ہیں ۔ اس کی محبت کے زیر اثر بنی نوع بشر مرتبہ' پیغمبری حاصل کرلیتا ہے ۔ اقبال کہتے ہیں :

از اموت گرم رفتار حیات از اموت کشف اسرار حیات

(زندگی کی گرمجوشی ماں کے دم سے ہے اور حیات جاودانی کے اسرار مادرانہ خلوص سے ہی افشا ہوتے ہیں) ۔

شفقت او شفقت پیغمبر است سیرت اقوام را صورت گر است

اس قدر رتبہ عظیم کہ ماں کی شفقت' ماں کی خوشنودی، ماں کی فرمانبرداری گویا پیغمبر خدا کی خوشنودی اور فرمان برداری ہے ۔ قوم کا کردار ، قوم کی قوت و عظمت ماں ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے ۔ فرماتے ہیں :

آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہ' گوہر کبھی بنتا نہیں گوہر

ہر وہ بچہ جو آغوش مادر سے جدا ہے اور اس کی تربیت سے محروم ہے اس کی شخصیت کبھی مکمل صورت اختیار نہیں کرسکتی اور نا مکمل فرد قوم پر ایک ضرر رساں بار ہے جو دیگر تمام خرابیوں کا باعث ہے ۔

وہ خائف ہیں کہ کہیں آزادی عورت کو فرائض مادری سے متنفر ہی نہ کردے ۔ کہیں عورت یہ عظیم ذمہ داری فراموش ہی نہ کردے اس لئے کہتے ہیں کہ بقائے نوع از اموت امت اور اپنی آیندہ نسلیں بچانے کے لئے مرد پر لازم ہے کہ عورت کی حفاظت کرے اور اس کا احترام کرے کہ بنی نوع بشر کے سلسلے کا دوام عورت کی ذات سے وابستہ ہے کہ وہ اس کی خالق ہے ۔

از اموت پختہ تر تعمیر ما در خط سیمائے او تقدیر ما

ماں ہی کی آغوش قوم کی تعمیر کی ایک مضبوط کڑی ہے ۔ اسی مقدس اور برگزیدہ ہستی کی لوح جبیں پر قوم کی تقدیر کندہ ہے کیونکہ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے ۔ بچے کے مستقبل کا انحصار اسی کی بنیادی تربیت کا نتیجہ ہے ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

اگر معمار ہی تعمیر عمارت میں پہلی اینٹ خم رکھے گا تو اگر ایسی عمارت ثریا تک بھی بلند کی جائے وہ خمیدہ رہے گی۔

ہر دمد ایں لالہ زار ممکنات — از خیابان ریاض امہات
قوم را سرمایہ اے صاحب نظر — نیست از نقد و قماش و سیم و زر
مال او فرزند ہائے تندرست — تر دماغ و سخت کوش و چاق و چست
حافظ رمز اخوت مادران
قوت قرآن و ملت مادران

لالہ زار کائنات میں تمام ناشگفتہ کلیاں چمن زار امہات ہی سے کھلیں گی۔ آیندہ نسلوں کا وجود ماں ہی کے بطن سے معرض وجود میں آتا ہے۔ اے اہل نظر قوم کا سرمایہ، دھن، دولت، سونا، چاندی نہیں ہے بلکہ قوم کا سرمایہ صاحب ایمان، تندرست، ذہین و ذکی، محنتی و سخت کوش بچے ہیں۔ اس عزیز سرمایہ کی محافظ عورت ہے اس لئے قرآن اور ملت دونوں کے لئے ماں کا وجود اہم ہے۔

اقبال مسلمان عورتوں کے لئے سیدالنساء فاطمۃ الزہرہ کا جوکہ اسوۂ کاملہ کی حامل تھیں مثالیہ پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز — از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمت اللعالمین — آں امام اولیں و آخریں
بانوئے آں تاجدار ھل اتی — مرتضیٰ، مشکل کشا، شیر خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق — مادر آں کارواں سالار عشق

یعنی حضرت مریم کی عزت ہمارے دلوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں مگر حضرت فاطمۃ الزہرہ کی عزت اس لئے ہے کہ اول تو وہ سیدالمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی دوم حضرت علی حیدر کرار کی زوجہ محترمہ، سوم امام حسن اور حسین کی والدہ تھیں۔ آپ کی ارفع و اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام حسن نے اس خیال سے کہ کہیں مسلمانوں میں باہمی جنگ و جدل کی آگ نہ بھڑک اٹھے امارت کا منصب تج دیا اور حضرت امام حسین نے حصول صداقت اور ایمان کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا مگر باطل کے سامنے سر نہ جھکایا۔ آپ کی قربانی نے اسلام میں ایمان کی ایک نئی روح پھونک دی اور اسے زندگیٔ جاوید بخشی۔ ظاہر ہے کہ آپ کی اولاد میں یہ جذبہ، یہ قوت ایمان، یہ جوش، یہ صداقت حضرت فاطمۃ الزہرہ کی سیرت کاملہ کا نتیجہ تھا۔ وہ خدمت و ایثار، صبر و رضا، ایمان و عشق کا مجسمہ تھیں اور یہی خوبیاں انہوں نے اپنی اولاد میں پیدا کیں۔ اقبال نے کہا:

آں ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گرداں و لب قرآں سرا

صبر و رضا کی یہ حالت کہ سردار دو جہاں سید المرسلین کی صاحبزادی حیدر کرار امیرالمومنین کی بیوی مگر گھر کا کام تمام اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ یہاں تک کہ چکی پیس پیس کر ہاتھ میں چھالے پڑجاتے تھے مگر صبر و رضا

کی یہ حالت کہ قرآن کا ورد ہر لحظہ زبان پر جاری تھا - تمام تمام رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور جائے نماز ایثار اور ایمان کے آنسوؤں سے تر ہوجاتی تھی -

رشتۂ مو آئین حق زنجیر پاست — پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گرد تربتش گردیدمے — سجدہ‌ها بر خاک او پاشیدمے

رسول خدا کے فرمان کا پاس ہے ورنہ میں اس فرشتہ خصلت خاتون کے مزار کا طواف کرتا اور اس کی خاک پاک پر سجدے کرتا -

اقبال نے اس خاتون پاک کا نمونہ مسلمان عورت کے سامنے رکھا ہے، خصوصاً اس زمانے میں جب کہ یورپین تہذیب سے طبقہ نسواں بھی بے حد متاثر ہو چکا ہے - اقبال کی نظر میں یہ تہذیب سراسر دھوکا اور سراب ہے - اس کی ظاہری چمک دمک تو خیرہ کن ہے مگر باطنی خوبیوں سے تہی دامن ہے - یہ تہذیب مادہ پرستی کے اندھیروں میں راہ کی متلاشی ہے - یہ ایک دور سے گزر رہی ہے جس میں دین اور ایمان کی نندی لٹ رہی ہے - قوم کا شیرازہ بکھر گیا ہے، اس شیرازہ کو اگر کوئی مرکز پر جمع کرسکتی ہے تو وہ عورت ہی ہے -

عورت بحیثیت ماں اگر خاتون جنت کا نمونہ اپنے سامنے رکھ لے تو وہ قوم کی فہم و ادراک کو سانچے میں ڈھال سکتی ہے - اس میں یہ طاقت بھی
ہے کہ وہ اس مشت خاک کو کندن میں تبدیل کردے - وہ سرمایۂ عزیز یعنی ۱
قوم کے بچوں کی حفاظت کرسکتی ہے کہ یہ قوم کے بچے نصب العین سے بے خبر اپنے مرکز سے دور پڑے ہوئے ہیں اور چونکہ:

فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند — چشم ہوش از اسوۂ زہرا بلند

اور چونکہ تیری فطرت اعلیٰ صفات کی مالک ہے اور تیری چشم ہوش حضرت فاطمۃ الزہرہ کی صفات کاملہ سے روشنی ایمان حاصل کر رہی ہے اس لئے تو بھی کوشش کر کہ قوم کے یہ دور افتادہ افراد اپنے مرکز پر جمع ہوجائیں اور تجھ میں بھی ایسی طاقت پیدا ہوجائے۔

تا حسینے شاخ تو بار آورد — موسم پیشیں بگلزار آورد

تا کہ تیرے بطن سے بھی حسین کی طرح بچے پیدا ہوسکیں تا کہ چمن زار اسلام کے خزاں یافتہ چمن میں ایک بار پھر بہار آجائے -

بیگم مسعودہ جواد